نسلی مسلمانوں کیلیے دو راہیں

عمل، خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، بہر حال اسکی صحت کے لیے دو چیزیں شرط لازم ہیں:

پہلی شرط خود شناسی ہے۔ آپکو سب سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ آپ کیا ہیں، اور جو کچھ آپ ہیں اُس ہونے کے مقتضیات کیا ہیں۔ پھر اگر اس تحقیق سے آپ پر اپنی کوئی ایسی حقیقت منکشف ہو جس سے آپ راضی نہ ہوں، یعنی آپکی خواہش یہ ہو کہ جو کچھ آپ ہیں وہ نہ رہیں بلکہ کچھ اور ہو جائیں، تب بھی آپکے لیے لازم ہے کہ اُس دو کچھ اور" کا تعین کریں، اور جو کچھ بھی آپ ہونا چاہتے ہیں اسکے مقتضیات کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

دوسری شرط قوت فیصلہ اور قوت ارادی ہے۔ آپکو بہر حال یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ جو کچھ آپ ہیں وہی رہنا چاہتے ہیں، یا کچھ اور بننے کے خواہشمند ہیں۔ پھر اس فیصلہ کی رو سے جو کچھ بھی آپ ہونا چاہیں، اُس ہونے کے مقتضیات کا بار اٹھانے کے لیے آپکو تیار رہنا چاہیے۔ اس سے بڑھ کر خطرناک بات کسی شخص یا گروہ کے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ وہ ایک پوزیشن سے محبت اور دوسری پوزیشن کا لالچ رکھتا ہو، کبھی اس پوزیشن سے چمٹ جائے اور کبھی اُس پوزیشن کی طرف لپکے، مگر دونوں میں سے کسی ایک کے مقتضیات بھی پورے کرنے کے لیے تیار نہ ہو۔ اس تلوّن اور تردّد کا لازمی نتیجہ خام کاری ہے۔ جو شخص یا گروہ اس حالت میں مبتلا ہو وہ بے وزن ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسکے لیے کوئی ثبات اور قرار نہیں ہوتا۔ اسکی حالت ایسی ہو جاتی ہے جیسے ایک پتہ جو زمین پر پڑا ہو اور ہواؤں کے جھونکے اسے اڑائے اڑائے لیے پھریں۔

مسلمانوں کے افراد اور انکی جماعتوں کے اعمال میں تلوّن اور خام کاری کی جو کیفیات ایک مدت سے نمایاں ہیں اور اب نمایاں تر ہو گئی ہیں انکے اسباب پر میں نے جتنا زیادہ غور کیا اتنا ہی زیادہ مجھے یقین ہوتا چلا گیا کہ تمام خرابیوں

کی جڑ انہی دو چیزوں کا فقدان ہے۔ کہیں خود شناسی مفقود ہے اور کہیں قوت فیصلہ و قوت ارادی۔

ایک معتد بہ جماعت ہم میں ایسی ہے جو سرے سے اپنی خودی کا شعور ہی نہیں رکھتی۔ اسے یہ معلوم ہی نہیں کہ مسلمان ہونے کے معنی کیا ہیں اور اسکے مقتضیات کیا ہیں۔ پھر بھلا اس سے یہ امید کیسے کی جاسکتی ہے کہ اپنے انفرادی یا اجتماعی عمل کے لیے وہ کوئی ایسا راستہ منتخب کریگی جو مسلمان کو کرنا چاہیے؟

ایک دوسری جماعت، اور وہ بھی معتد بہ، ایسی ہے جو شعور ذات تو رکھتی ہے مگر قوتِ فیصلہ اور قوت ارادی نہیں رکھتی۔ یہ لوگ جانتے ہیں کہ ہم کیا ہیں، اور انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ جو کچھ ہم ہیں اس ہونے کے مقتضیات کیا ہیں، لیکن اس علم نے ان میں محبت اور خوف کے دوگونہ جذبات پیدا کر دیے ہیں۔ جو کچھ یہ ہیں وہی رہنا چاہتے ہیں، کیونکہ انہیں اپنی اس حیثیت سے محبت ہے، لیکن جو کچھ یہ ہیں اس ہونے کے مقتضیات کی وحشت ان پر طاری ہوگئی ہے۔ یہ جانتے ہیں کہ مسلمان ہونا کھیل نہیں ہے۔ اسکے ساتھ ذمہ داریوں کا ایک بہت بھاری بوجھ آتا ہے۔ اسکے ساتھ پابندیاں ہیں۔ ایثار اور قربانی ہے۔ جہاد اور مشقت ہے۔ ایک ایسا سخت مشن ہے جس میں دنیا بھر سے لڑائی ہے اور اس لڑائی کے معاوضہ میں خدا کی خوشنودی کے سوا کسی چیز کی طلب بھی جائز نہیں۔ اس ہولناک چیز کا خوف انکے دل پر ایسا بیٹھا ہوا ہے کہ یہ مسلمان ہونے کے مقتضیات سے کترا کر بھاگتے ہیں، اور کوئی ایسی پوزیشن اختیار کرنا چاہتے ہیں جس میں آسانی ہو۔ مگر انہیں خود بھی معلوم ہے کہ مسلمان ہونے کی حیثیت باقی رکھ کر یہ کوئی دوسری حیثیت اختیار نہیں کر سکتے۔ اسلیے انکی قوت فیصلہ جواب دے گئی ہے۔ یہ اسلام اور کفر کے درمیان متردد ہو کر رہ گئے ہیں۔ اسلام سے چمٹنا چاہتے ہیں مگر اسکے مقتضیات کا خوفناک چہرہ دیکھ کر دور بھاگتے ہیں۔ کفر کی آسائشوں اور لذتوں اور فائدوں کو دیکھ کر اسکی طرف لپکتے ہیں، مگر وہ کہتا ہے کہ میری طرف آتے ہو تو پورے کافر ہو کر آؤ اور میرے مقتضیات پورے کرو۔ یہ اسکے لیے بھی تیار نہیں۔ لہٰذا اس سے بھی دور بھاگتے ہیں۔ اب انکی حالت ایک ایسے شخص کی سی ہو کر رہ گئی ہے جو ہر طرف آسائشیں اور فائدے ہی ڈھونڈتا ہو، مگر کسی طرف کی بھی ذمہ داریاں قبول کرنے

کے لیے تیار نہ ہو۔

مسلمانوں کی جماعت زیادہ تر انہی دو گروہوں پر مشتمل ہے، اسلیے عموماً جو اجتماعی تحریکیں مسلمانوں میں پھیل رہی ہیں وہ اسلامی نقطۂ نظر سے غلط ہیں۔ انکے مقاصد میں غلطی ہے۔ انکے طریقِ کار میں غلطی ہے۔ انکی قیادت میں غلطی ہے۔ اور انکی روحی کیفیت میں غلطی ہے۔ بہت سے لوگوں کو تو بے شعوری کی وجہ سے اس غلطی کا احساس ہی نہیں ہوتا اسلیے وہ جوش و خروش کے ساتھ ان تحریکوں کو چلاتے ہیں۔ انکے نزدیک کسی تحریک کے درست ہونے کے لیے بس یہی بات کافی ہے کہ اس میں دو مسلمانوں کا فائدہ ہے" یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ اور بہت سے لوگ جنکو غلطی کا احساس ہے وہ اپنے نفس کی چھپی ہوئی کمزوری کے باعث ان تحریکوں کا ساتھ دیتے ہیں کیونکہ انکے نفس نے انہیں یہ دھوکا دے رکھا ہے کہ اسلام اور جاہلیت کے درمیان ایک بین بین راہ چلنے ہی میں سلامتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور جاہلیت کے درمیان کوئی بیچ کی راہ نہیں ہے اور ایسی کسی راہ پر چل کر مسلمان کہیں کے بھی نہیں رہتے۔ لہٰذا مسلمانوں کی حقیقی خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے سامنے واضح طور پر اسلام اور جاہلیت کی راہوں کو اُنکے مقتضیات اور اُنکے نتائج کے ساتھ کھول کر پیش کر دیا جائے، اور انہیں مشورہ دیا جائے کہ ان میں سے کسی ایک کو اختیار کریں۔

میں نے ترجمان القرآن میں دو قوم" اور دو جماعت" کے اصولی فرق کی بحث اسی توضیح کے لیے چھیڑی تھی۔ اُس بحث میں میں نے قرآن اور حدیث کی شہادت سے یہ ثابت کیا تھا کہ دو مسلمان" کی اصطلاح جس گروہ کے لیے وضع کی گئی ہے، وہ دراصل ایک دو قوم" نہیں ہے بلکہ ایک دو جماعت" ہے۔[1] اب میں ذرا تفصیل کے ساتھ یہ بتانا چاہتا ہوں کہ دو قوم" ہونے اور دو جماعت" ہونے کے مقتضیات و نتائج میں کیا فرق ہے۔ مجھے اور کسی شخص کو بھی یہ حق نہیں کہ آپ کو قوم کے بجائے جماعت بننے پر مجبور کرے۔ آپکو پورا اختیار ہے کہ جو چاہیں بنیں۔ البتہ جو خدمت ہم انجام دے سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ آپکے ذہن

[1] ملاحظہ ہو دو تفہیمات"، جلد اول، مضمون دو اسلامی قومیت کا حقیقی مفہوم"

کی انجمن اور نظر کے دھند کو دور کردیں، تاکہ آپ دونوں حیثیتوں کا صحیح موازنہ کرلیں اور آپ پر یہ واضح ہو جائے کہ ان حیثیتوں کو جمع کرنے کی جو صورتیں آپ نکال رہے ہیں یہ اصولاً غلط اور نتائج کے اعتبار سے مہلک ہیں۔

ایک جماعت میں قومیت کا احساس دراصل تاریخی اثرات اور تہذیبی وراثت کے تسلسل سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی جب کچھ لوگ ایک طویل مدت تک ایک قسم کے اخلاقی تصورات اور ایک قسم کے معاشرتی طور طریقوں کے ساتھ باہم متفق اور دوسرے گروہوں سے ممتاز ہو کر زندگی بسر کرتے ہیں، اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل اس ورثہ کو لیکر اپنے اندر مستحکم کرتی چلی جاتی ہے، تو ان میں اپنے مستقل اجتماعی وجود کا وہ احساس پیدا ہو جاتا ہے جسے قومیت کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چند عادتیں اور رسمیں ہوتی ہیں جن سے وہ مانوس ہوتے ہیں۔ چند برتاؤ کے ڈھنگ اور چند مطبوع و نامطبوع چیزوں کے معیار ہوتے ہیں جو انکی زندگی میں راسخ ہو جاتے ہیں۔ چند تخیلات ہوتے ہیں جن سے انہیں محبت ہوتی ہے اور جنکی ترجمانی ان کا لٹریچر کیا کرتا ہے۔ انہی چیزوں کے مجموعہ کو انکی کلچر کہا جاتا ہے۔ ان میں طبعاً یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کلچر یعنی اسلاف کے اس ورثہ کو باقی رکھیں اور اپنے اخلاف کے لیے چھوڑ جائیں تاکہ انکی قومی زندگی کا تسلسل قائم رہے۔

اس معنی میں جو گروہ ایک قوم بن گیا ہو اس میں قومیت کا شعور پیدا ہونے کے بعد طبیعی طور پر یہ خواہش ابھر آتی ہے کہ اپنی اجتماعی زندگی کا ضبط اسکے اپنے ہاتھ میں ہو اور کسی دوسرے گروہ کی مرضی اس پر مسلط نہ ہونے پائے۔ یہ اس گروہ کا سیاسی مفاد ہے۔

اسی طرح وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ معیشت کے جو وسائل اسکے پاس ہیں انکی حفاظت کرے، اور جو مزید وسائل حاصل ہوسکتے ہوں انہیں حاصل کرے تاکہ اسکے افراد زیادہ سے زیادہ خوشحال ہوں۔ یہی چیز ہے جسکو معاشی مفاد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس میں کسی کلام کی گنجائش نہیں کہ قومیت کا یہ مفہوم جو اوپر بیان ہوا ہے، اسکے لحاظ سے ہندوستان کے مسلمان صدیوں کے توارث کی بدولت ایک قوم بن چکے ہیں، اور اب دوسرے تمام گروہوں

سے ممتاز وہ اپنا ایک مستقل اجتماعی وجود رکھتے ہیں۔ اس میں بھی کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ دوسرے گروہوں کی ایک کثیر تعداد کے درمیان گھرے ہوئے ہونے کی وجہ سے انکے سیاسی اور معاشی مفاد، اور انکی کلچر کے تحفظ کا سوال بھی پیدا ہوتا ہے جسکی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا مسلمانوں کی اجتماعی حیثیت بس یہی ہے؟ کیا وہ اسکے سوا کچھ نہیں کہ دنیا کی بہت سی قوموں میں سے ایک قوم ہیں؟ کیا انکی قومیت کی حقیقت بس اتنی ہی ہے کہ ایک گروہ نے نسلاً بعد نسلٍ ایک طرح کی زندگی بسر کر کے اپنے اندر ''قومیت'' پیدا کر لی ہے؟ کیا وہ کلچر جسے یہ اسلامی کلچر کہتے ہیں، محض موروثی عادات و رسوم اور تاریخی تجارب کا مجموعہ ہے؟ کیا انکے اصل قومی مسائل صرف یہی ہیں کہ جس ورثہ کو انہوں نے باپ دادا سے پایا ہے اسکی حفاظت کریں، جن وسائل معیشت اور جن سیاسی اقتدارات پر وہ ابھی تک قابض ہیں انہیں ہاتھ سے نہ جانے دیں، جن چیزوں کی انہیں اپنے گروہ کے افراد کی خوشحالی کے لیے ضرورت ہے انکو حاصل کریں، اور فی الجملہ انکی اجتماعی زندگی کا ضبط انکے اپنے ہی ہاتھ میں رہے؟

اگر یہی مسلمانوں کی قومیت اور یہی انکی کلچر ہے، اور یہی انکے قومی مسائل ہیں تو بلا شبہ وہ سب قومی تحریکات درست ہیں جو اس وقت ان میں چل رہی ہیں۔ اس صورت میں:

ان کے لیے یہ بالکل کافی ہے کہ انکی ایک لیگ ہو جس میں وہ سب لوگ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں جو مسلمان کہلاتے ہیں اور مسلمانوں کے نظام معاشرت سے وابستہ ہیں۔ انہی کے گروہ کے کچھ لوگ انکے قائد ہوں جنکے اشاروں پر یہ حرکت کریں۔ اور انکی تمام جدوجہد کا مقصود صرف یہ ہو کہ جو کچھ انکے ہاتھ میں ہے وہ جانے نہ پائے، اور جو کچھ مزید ہاتھ آسکتا ہو وہ آجائے، قطع نظر اس سے کہ اسلام جسکے نام سے یہ اپنی قوم کو مسلمان کہتے ہیں، اسکو جائز سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔ ان کے لیے تمام تر اہمیت صرف اسی ایک چیز کی ہونی چاہیے کہ ملک کا نظم و نسق خواہ کسی نوعیت کا ہو، بہرحال اسکے ضبط میں خود ان کے اپنے افراد کو کافی حصہ ملے تاکہ اپنے آبائی ورثہ (یعنی اپنی کلچر) کو وہ خود جس صورت میں بھی باقی رکھنا چاہیں،

رکھ سکیں، اور جس قسم کے بھی فوائد و منافع ملک کی آبادی میں تقسیم ہو رہے ہوں ان میں سے ایک معتدبہ حصہ انکے افراد کو بھی مل جائے۔

انکے لیے یہ بھی درست ہے کہ موقع اور محل کو دیکھ کر یہ ملک کی جس پارٹی[1] کے ساتھ جن شرائط پر چاہیں معاملہ کریں، بشرطیکہ اس معاملہ میں انکے اپنے گروہ کا فائدہ منصور ہو۔ ایسے کسی معاملہ میں قومی غداری کا سوال صرف اس وقت پیدا ہوگا جبکہ معاملہ جان بوجھ کر نقصان کے ساتھ کیا جائے، یا اس میں اپنی قوم کے سیاسی و معاشی مفاد کو نظر انداز کر دیا جائے۔

ان کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ جس طرح دوسری قوموں میں قوم پرستی (نیشنلزم) پیدا ہوئی ہے اسی طرح ان میں بھی ہو۔ یہ بھی اٹلی اور جرمنی اور جاپان کی طرح غلبہ اور تمکن فی الارض کا مطالبہ کریں۔ انکی تنظیم بھی فاشستی اصولوں پر کی جائے۔ یہ بھی انتخاب طبیعی اور بقائے اصلح کے قانون کے مطابق اپنے آپ کو بھیڑیے کی طرح صالح ثابت کریں اور غیر صالح بکریوں کو ہضم کرنا شروع کر دیں۔ یہ بھی امپیریلیسٹ قوموں کے زمرے میں شامل ہو جائیں، جس طرح ممکن ہو زمین میں غلبہ حاصل کریں، اور اسی دنیا کی زندگی میں اسی زمین پر اپنے لیے جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کا لطف پیدا کریں۔

قومیت کا یہ نظریہ اختیار کرنیکے بعد آپکے لیے یہ سب کچھ درست ہو جاتا ہے۔ مگر خوب جان رکھیے کہ اسلام کو اس قومیت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اسلام کو نہ تو کسی نسلی گروہ سے دلچسپی ہے۔ نہ وہ کسی جماعت کی موروثی عادات اور رسوم سے لگاؤ رکھتا ہے۔ نہ وہ دنیا کے معاملات کو چند اشخاص یا مجموعۂ اشخاص کی منفعت کے نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے۔ نہ وہ اسلیے آیا ہے کہ انسانیت جن گروہوں میں بٹی ہوئی ہے انکے اندر اپنے نام سے ایک اور گروہ کا اضافہ کر دے۔ نہ وہ انسانی جماعتوں کو جانور بنانا چاہتا ہے کہ ایک دوسرے کے بالمقابل تنازع للبقا کے میدان میں اتریں اور انتخاب طبیعی کے امتحان میں شریک ہوں۔ یہ سب کچھ غیر اسلامی ہے۔ لہٰذا اگر یہ

[1] خواہ وہ کانگریس پارٹی ہو یا سوشلسٹ پارٹی یا کوئی اور۔

آپ کی قومیت اور یہ آپکی کلچر ہے، اور یہ آپکے قومی مقاصد ہیں، تو آپ اپنی قوم کا جو نام چاہیں تجویز فرمالیں، اسلام کا نام استعمال کرنے کا آپکو حق نہیں ہے، کیونکہ اسلام آپکی اس قومیت اور اس کلچر سے تبری کرتا ہے۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ اسلام ہی کا نام استعمال کرنے پر آپکو اصرار کیوں ہو؟ "مسلمان" کے معنی و مفہوم سے تو آپکو کوئی بحث ہے نہیں۔ آپکو تو اپنی قومیت کے لیے بس ایک نام چاہیئے سو اس غرض کے لیے آپ جو نام بھی وضع کرلینگے وہ آپکی مستقل اجتماعی حیثیت پر اُسی طرح دلالت کرنے لگیگا جس طرح اب لفظ "مسلمان" کر رہا ہے۔ آخر اس نوع کی قومیت میں کونسی خصوصیت ہے جسکے لیے لفظ "مسلمان" ہی کا استعمال ضروری ہو؟

اس نام کو بدل دینے کی ضرورت صرف اسی لیے نہیں ہے کہ آپکے یہ نظریات جن پر آپ اپنی قومیت کی بنا رکھ رہے ہیں، اصولاً اسلام کے خلاف ہیں۔ بلکہ اسکی ضرورت اسلیے بھی ہے کہ ان نظریات کے ساتھ آپ جو کچھ کرینگے وہ اسلام کے لیے رسوائی و بدنامی کا موجب ہوگا۔ دنیا آپکی حرکات کو دیکھ کر سمجھیگی کہ اسلام یہی کچھ سکھاتا ہوگا، اور یہ چیز اسکو اسلام سے اور زیادہ دور پھینکے گی۔ آپ اپنے "قومی مفاد" کی حفاظت کے لیے غیر اسلامی فوج میں اپنا تناسب قائم رکھنے کی کوشش کرینگے، اور دنیا یہ سمجھیگی کہ شاید یہ اسلام کی تعلیم ہے کہ جو تمہیں پندرہ روپے تنخواہ دے اُسکے حکم سے تم ہر ایک کا گلا کاٹنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ آپ اپنے قومی مفاد کی خاطر ہر اس منفعت کو دانتوں سے پکڑنے کی کوشش کرینگے جو کسی مسلمان یا بہت سے مسلمانوں کو کسی طور سے حاصل ہو یا ہو سکتی ہو، اور دنیا اس دنائت کو اسلام کی طرف منسوب کریگی۔ آپ انتہائی بے اصولی کے ساتھ کہیں ایک چیز کی حمایت کرینگے اسلیے کہ وہ آپکے مفاد کے مطابق ہے، اور کہیں اُسی چیز کی مخالفت کرینگے اسلیے کہ وہ آپکے مفاد کے خلاف ہے، کبھی ایک پارٹی سے ملینگے اور کبھی اُسی پارٹی سے لڑینگے، نہ اسلیے کہ آپکے اور اسکے درمیان اصولی اتفاق یا اتحاد ہے، بلکہ صرف اسلیے کہ آپکے پیش نظر اصول نہیں "قومی مفاد" ہے۔ یہ ابن الوقتی جو آپکے کیرکٹر سے ظاہر ہوگی، دنیا سمجھیگی کہ ایسا ہی کیرکٹر اسلام

پیدا کرتا ہے- آپ قومی فائدے کی تلاش میں ہر طرف لپکیں گے، فاشزم کے اصول یا کمیونزم کے نظریات بھی اختیار کرینگے، ظالمانہ سرمایہ داری اور مستبدانہ شخصی ریاستوں کے دامن میں بھی پناہ لینگے انگریز اور ہندو اور ریاستہائے ہند، جس کسی کے آستانے پر بھی فائدے کا بت بیٹھا نظر آئیگا اسی کی طرف سجدہ ریز ہونگے، اور یہ سارے داغ آپکے توسط سے اسلام کے دامن پر لگتے چلے جائینگے- اسلام نے صدیوں آپ پر جو احسانات کیے ہیں ان کا کم از کم یہ بدلہ تو نہ ہونا چاہیے کہ آپ اس طرح اسکی رسوائی کا سامان کریں-

لیکن اگر آپکو اسلام سے واقعی محبت ہے، اور حقیقت میں آپ مسلمان ہی رہنا چاہتے ہیں تو آپکو یہ جان لینا چاہیے کہ اسلام یہودیت اور ہندوازم کی طرح ایک نسلی مذہب نہیں ہے جو ایک نسلی قوم بناتا ہو بلکہ وہ تمام نوع انسانی کے لیے ایک اخلاقی و اجتماعی مسلک ہے- ایک جہانی نظریہ (World Theory) اور ایک عالمی تصور (Universal Idea) ہے- وہ ایک ایسی جماعت پیدا کرنا چاہتا ہے جو اس مسلک، اس نظریہ، اس تصور کو لے کر اٹھے، اور دنیا کے سامنے عملاً اس کا نقشہ پیش کرے، اور جس جس قوم کے جو جو لوگ اسکو قبول کرتے جائیں انہیں اپنی جماعت میں شامل کرتی چلی جائے، یہاں تک کہ قوموں کے درمیان تفریق کی دیواریں مسمار ہو جائیں- اس کے نزدیک "اسلامی" صرف وہ چیز ہے جو اس کے مسلک اور اس کے نظریہ کے مطابق ہو، اور جو چیز اسکے خلاف ہو اسکو وہ اپنانے سے صاف انکار کرتا ہے خواہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا ذاتی مفاد اس سے وابستہ ہو- لہٰذا اگر آپ اسلام کے مسلک کی خاطر جییں اور اسکو دنیا میں حکمراں بنانے کے لیے جدوجہد کریں تب تو یقیناً آپ اسلامی جماعت اور مسلمان گروہ ہونگے- ورنہ اپنے لیے جینے اور اپنے مفاد کے لیے جدوجہد کرنے کی صورت میں اسلام سے آپکا کوئی تعلق نہ ہوگا- آپکو ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ کام اپنے لیے کریں اور نام اسلام کا لیں-

مسلک اسلام کی اس جہانی و عالمی نوعیت کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اب یہ بھی سمجھیے کہ ایک عالمگیر مسلک اور جہانی نظریہ کے مقتضیات کیا ہوتے ہیں-

اولاً وہ مختلف پارٹیوں میں سے ایک پارٹی بن کر رہنے پر قانع نہیں ہوتا بلکہ اسکی فطرت کا اقتضاء یہ ہوتا ہے کہ بس وہی ایک ہو۔ وہ مقابل کی کسی طاقت کو اپنا شریک وسہیم بنانے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ مدا ساۃ اور مصالحت (Compromise) کرنا اسکے لیے ناممکن ہوتا ہے۔ وہ سودا نہیں کرتا بلکہ غالب ہونا چاہتا ہے۔ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔

ثانیاً وہ اشخاص یا طبقوں یا قوموں کے نقطۂ نظر سے مسائل کو نہیں دیکھتا بلکہ کلّی اور جہانی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے۔ اسے اس امر سے قطعاً کوئی بحث نہیں ہوتی کہ اس شخص یا اس طبقہ یا اس گروہ کا فائدہ کس چیز میں ہے۔ اسکو انسان سے بحث ہوتی ہے اور وہ اُن مسائل کو حل کرنا چاہتا ہے جو مجموعی حیثیت سے انسان کے لیے حل طلب ہوں، قطع نظر اس سے کہ کس کو کیا ملتا ہے اور کس سے کیا چھنتا ہے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الخ

ثالثاً اسکے پیشِ نظر وقتی یا مقامی مقاصد نہیں ہوتے بلکہ ایک دائمی اور جہانی مقصد ہوتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں زندگی کا جو نظام اسکے اصول کے خلاف قائم ہے اسکو توڑ ڈالے اور اپنے اصول کے مطابق مستقل طور پر ایک نظام قائم کرے۔

رابعاً وہ ایسی قومیت کے تنگ دائرے میں بند ہونے کے لیے تیار نہیں ہوتا جو نسلی اور تاریخی روایات پر قائم ہو۔ اسکی کامیابی کے لیے تو لازمی شرط یہی ہے کہ اپنے عہد کے تمام انسانوں میں سے بہتر اور صالح تر افراد کو نکال کر اپنی تنظیم کی طرف کھینچ لائے اور انکی قابلیتوں سے کام لے۔ اگر وہ کسی خاص قوم کی ذاتی اغراض کا حامی بن جائے تو ظاہر ہے کہ دوسری قوموں کے لیے اس کا اپیل قطعاً غیر مؤثر ہو جائیگا۔

خامساً وہ کسی خاص قوم کی موروثی کلچر اور روایتی رسوم وعادات سے اپنا دامن نہیں باندھتا بلکہ ہر عہد میں تمام عالم انسانی نے اپنی علمی تلاش وجستجو سے جو حقائق ــــ نظریات نہیں بلکہ حقائق ــــ دریافت کیے ہوں، یا اپنی سعی وعمل سے جو صالح نتائج پیدا کیے ہوں، ان سب کو بیکروہ اپنے تجویز کردہ نظام اجتماعی میں اپنے

اصول کے مطابق اس طرح جذب کرتا ہے کہ وہ اس نظام کے فطری اجزاء (نہ کہ درآمد شدہ اشیاء) بن جائیں۔

سادساً اسکی کامیابی کے لیے صرف یہ ثابت کر دینا کافی نہیں ہوتا کہ وہ بجائے خود برحق ہے اور اس میں انسان کی فلاح ہے۔ بلکہ اپنے مقصود کو پہنچنے کے لیے وہ اس امر کا اقتضا کرتا ہے کہ اسکے اصولوں کو ایک جنگ آزما تحریک کی بنیاد بنا دیا جائے، اس پر ایمان رکھنے والے اس تحریک کے زور سے ایک مجاہد جماعت بن کر اُٹھیں، اور بالآخر اسکے نظریات ایک اسٹیٹ کے لیے بنیادی قانون بن جائیں۔

یہ اسلام کے مقتضیات ہیں اور یہی مسلمان ہونے کے مقتضیات بھی ہیں۔ اب اگر آپ "اسلامی جماعت" بنکر کام کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو اپنی اُس قومی پالیسی پر نظر ثانی کرنی ہوگی جس پر آپ اب تک چلتے رہے ہیں، اور اُسے بالکلیہ بدل کر ان مقتضیات کے مطابق ڈھالنا ہوگا۔

آپکو اپنے دماغ سے قومی مفاد کا تصور نکال دینا پڑیگا اور اسکی جگہ اسلام کے اصول اور اسکے نصب العین کو دینی ہوگی۔ آپ کو وقتی اور مقامی مقاصد سے صرف نظر کر لینا ہوگا اور اپنی نظر اس ایک مقصد پر جما دینی ہوگی کہ اسلام کے اصول دنیا میں حکمراں ہوں۔ اس غرض کے لیے آپکو دنیا بھر سے لڑنے کے لیے تیار ہونا پڑیگا اور کسی ایسی پارٹی سے جو آپکے اصول نہ مانتی ہو آپ کسی شرط پر بھی سودا نہ کر سکینگے۔ آپکو سختی کے ساتھ ایک با اصول جماعت بننا پڑیگا، اُن ناکارہ لوگوں کو اپنے سے الگ کرنا ہوگا جو آپکے اصولوں کو نہ مانتے ہوں، اور سب قوموں میں سے اُن صالحین کو چُن چُن کر اپنے ساتھ ملانا ہوگا جو اِن اصولوں کو ماننے کے لیے تیار ہوں۔ آپکو ابن الوقتی چھوڑ دینی پڑیگی۔ اپنے اصول سے ہٹ کر آپ کچھ نہ کر سکینگے خواہ اس میں کتنا ہی بڑا شخصی یا قومی فائدہ ہو۔ آپکو ایک (ایسی) مجاہد جماعت بننا پڑیگا جو اپنے اصول کے لیے لڑنے والی ہو، جس کا مقصد اپنی "قومی حکومت" (National state) قائم کرنا نہ ہو، بلکہ اپنے "اصولوں کی حکومت" (Ideological state) قائم کرنا ہو۔

ایسی جماعت جب آپ بنینگے تو آپکو اپنی قیادت میں بھی تغیر کرنا ہوگا۔ اُس وقت آپکے قائد صرف وہ لوگ ہو سکینگے جو اسلام کے اصول کو ٹھیک ٹھیک جانتے ہوں اور سب سے زیادہ ان کا اتباع کرنے والے

ہوں- ایک قوم کا لیڈر ہر وہ شخص ہو سکتا ہے جو قوم کا فرد ہو- مگر ایک جماعت کا لیڈر صرف وہی ہو سکتا ہے جو جماعت کے مسلک کا سب سے بڑا علمبردار ہو- قومی تنظیم میں تو اسلام کے مسلک سے ہٹے ہوئے لوگوں کو صفِ اول میں جگہ مل سکتی ہے- مگر جماعتی تنظیم میں اُن کا مقام سب سے پیچھے کی صفوں میں ہوگا بلکہ شائد ان میں سے بہتوں کو کسی صف میں بھی جگہ نہ ملیگی-

قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ- آپ کے سامنے دونوں راستے واضح ہو چکے ہیں- اب ان کے فوائد اور نقصانات کا موازنہ کر کے بھی دیکھ لیجیے تاکہ انتخاب و اختیار میں آسانی ہو-

اگر آپ محض ایک ایسی قوم ہوں جو اپنے ذاتی مفاد کے لیے جدوجہد کرتی ہو، تو آپ کی حیثیت ایک جامد چٹان کی سی ہوگی، اور آپ کے مقابلہ میں دوسری بہت سی قومیں ایسی ہی چٹانوں کی صورت میں موجود ہونگی- آپ کا اور ان کا مقابلہ اُسی طرح ہوگا جس طرح چٹانوں کا ایک دوسرے سے ہوتا ہے- ایک چٹان دوسری چٹان میں سے اجزا ارے کر اپنا حجم نہیں بڑھا سکتی- نہ ایک چٹان دوسری چٹان کے حیز میں گھس سکتی ہے- انکے درمیان معاملہ کی بس دو ہی صورتیں ہیں- یا تو ہر ایک چٹان اپنے اپنے حیز میں رہنے پر قانع ہو- یا ایک چٹان دوسری چٹان پر چڑھ جائے اور اس سے ٹکرا کر اسے توڑنے اور پیسنے کی کوشش کرے- پہلی صورت میں آپ محدود ہو کر رہ جاتے ہیں- اور دوسری صورت میں آپکے لیے وسعت کا امکان تو ہے، مگر اُسی طرح کی وسعت جیسی فاشست اٹلی اور نازی جرمنی حاصل کر رہا ہے، اور اس سے پہلے امپیریلسٹ برطانیہ حاصل کر چکا ہے- اس طرح کی وسعت حاصل کر کے آپ دنیا میں بس ایک اور مفسد قوم کا اضافہ کر دینگے جو زمین میں کچھ مدت تک فساد پھیلائیگی اور بالآخر اپنے کیے کی سزا پائیگی-

بخلاف اسکے اگر آپ اسلامی مفہوم کے مطابق ایک ایسی اصولی جماعت ہوں جو محض ایک مسلک اور ایک جہانی نظریہ کے لیے جدوجہد کرتی ہو، اور جس میں ہر انسان آپ کے اصول قبول کر کے مساوی حقوق اور مساویانہ حیثیت کے ساتھ شریک ہو سکتا ہو، تو آپ ایک جامد پتھر کی طرح نہ ہونگے بلکہ ایک نامی جسم کی طرح ہونگے

آپکی مثال اس درخت کی سی ہوگی جو ہر طرف اپنے گرد و پیش سے اجزاء جذب کرتا ہے اور پھیلتا چلا جاتا ہے اس صورت میں آپ ایک عالمگیر طاقت (World force) ہونگے - آپ دنیا کو اپنے لیے نہیں بلکہ اصولِ حق کے لیے فتح کرنیکی کوشش کرینگے اور اگر واقعی آپکے اصول فطرت انسانی کو اپیل کرنیوالے اور انسانیت کی مشکلات کو حل کرنے والے ہیں ___ جیسے کہ وہ فی الواقع ہیں ___ تو دنیا خود اپنے آپ کو مفتوحیت کے لیے آپکے سامنے پیش کریگی - آپکے شخصی یا قومی مفاد میں تو کوئی عالمگیر کشش نہیں ہے - اسکی طرف آپ دعوت دینگے تو دنیا اسکی طرف خود کبھی نہ کھنچے گی بلکہ آپ کو زبردستی اسے کھینچنا پڑیگا - لیکن اسلام کے اصول میں عالمگیری کی طاقت ہے، دنیا انکی طرف خود کھنچے گی بشرطیکہ آپ اپنے لیے نہیں بلکہ اپنے اصولوں کے لیے جییں اور مریں - آپکے سامنے اشتراکیت کی مثال موجود ہے - وہ ایک عالمگیر طاقت صرف اس لیے بنتی چلی گئی کہ اشتراکی لوگ اشتراکیوں کے مفاد کے لیے نہیں بلکہ اشتراکیت کے اصول کے لیے جہاد کرتے رہے - آج اگر وہ اشتراکیت کے لیے جہاد چھوڑ دیں اور انہیں صرف اشتراکیوں کے مفاد کی فکر لگ جائے تو آپ دیکھینگے کہ اشتراکیت کی عالمگیری ختم ہو جائیگی -

---